**TAMSAAL**
ISSN Print: 3007-5939
ISSN Online: 3007-5947
Volume 4, Number 5, 2026, Pages 212 – 223
Journal Home Page
https://tamsaal.pk/index.php/tamsaal/index

# The Concept of God in Islam and Selected Non-Abrahamic Religions: A Comparative and Analytical Study

**Muhammad Hashim[1], Dr. Faridah Yousuf[2]**

[1]*PhD Scholar, Institute of Islamic studies, Bahauddin Zakariya University Multan*
[2]*Associate Professor, Institute of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University Multan*

**ARTICLE INFO**

***Article History:***

| | | |
|---|---|---|
| *Received:* | *April* | *18, 2026* |
| *Revised:* | *May* | *09, 2026* |
| *Accepted:* | *May* | *22, 2026* |
| *Available Online:* | *May* | *26, 2026* |

***Keywords:***

*Concept of God, Brahman, Ahura Mazda, Zoroastrianism, Greek philosophy, Prime Mover, Comparative study.*

***Corresponding Author:***
*Dr. Faridah Yousuf*
***Email:***
*Faridahyousuf@gmail.com*

***DOI:*** *https://doi.org/10.59075/tamsaal.v4i5.258*

## ABSTRACT

*The concept of God is a fundamental theme in human religious, cultural, and philosophical history. Throughout the ages, humanity has sought to understand the creation of the universe, its underlying order, the nature of life, the concepts of good and evil, and the purpose of human existence. In response to these inquiries, various philosophical traditions have put forward diverse conceptions of God. This article presents a historical, religious, and philosophical analysis of the concept of God within Islam, Hinduism, Zoroastrianism, and Greek thought. It focuses on key concepts such as Towhid (the oneness of God) in Islam, Brahman in Hinduism, Ahura Mazda in Zoroastrianism, and the Supreme Good of Plato and the Prime Mover of Aristotle in Greek philosophy. The study employs a historical, descriptive, analytical, and comparative methodology, drawing upon primary religious texts, philosophical treatises and contemporary scholarly sources. The research reveals that the quest for God is a shared intellectual theme across these traditions; however, fundamental differences exist in their respective perspectives regarding the nature of God, His relationship with the universe, and His role in human life.*

***© 2026 The Authors, Published by ULLR. This is an Open Access Article under the Creative Common Attribution (CC-BY 4.0)***

تصورِ خدا انسانی فکر کی تاریخ میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ مذہب، فلسفہ، اخلاقیات اور تہذیب کے بیشتر اہم مباحث کسی نہ کسی صورت میں خدا یا حقیقتِ مطلقہ کے تصور سے وابستہ ہیں۔ انسان نے اپنے گرد موجود کائنات کے نظام، قدرتی مظاہر، زندگی اور موت، انسانی شعور اور اخلاقی ذمہ داری کے بارے میں غور و فکر کرتے ہوئے ایک ایسی اعلیٰ حقیقت کی تلاش کی ہے جو کائنات کے وجود اور اس کے نظام کی آخری توضیح فراہم کر سکے۔ یہی تلاش مختلف مذہبی عقائد اور فلسفیانہ نظریات کی تشکیل کا سبب بنی۔ قدیم تہذیبوں میں خدا کا تصور اکثر قدرتی مظاہر، آسمانی قوتوں، سورج، چاند، بارش اور زرخیزی سے وابستہ تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ مذہبی شعور میں وسعت پیدا ہوئی اور انسان نے الوہیت کو محض قدرتی مظاہر

تک محدود رکھنے کے بجائے کائنات کے بنیادی اصول، اخلاقی نظام اور حقیقتِ مطلقہ کے طور پر سمجھنے کی کوشش کی۔ یونانی فلسفے میں یہ رجحان عقلی استدلال کی صورت میں سامنے آیا، جبکہ مشرقی مذہبی روایات میں وحی، روحانی تجربے اور مذہبی متون نے تصورِ خدا کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔

اسلام، ہندومت، زرتشت اور یونانی فلسفہ اس حوالے سے چار اہم فکری و مذہبی روایات ہیں۔ اسلام خدا کی مطلق وحدانیت اور بے مثالی پر زور دیتا ہے۔ ہندومت میں برہمن، آتما اور ایشور کے تصورات کے ذریعے حقیقتِ مطلقہ اور کائنات کے تعلق کو مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ زرتشتیت میں اَہورا مزدا کو حکمت، خیر اور صداقت کا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے جب کہ یونانی فلسفے میں افلاطون اور ارسطو نے اعلیٰ حقیقت کو عقلی و مابعد الطبیعیاتی اصولوں کی بنیاد پر سمجھنے کی کوشش کی۔[3] ان چاروں روایات کا تقابلی مطالعہ اس لیے اہم ہے کہ اس سے نہ صرف مذہبی عقائد کی نوعیت واضح ہوتی ہے بلکہ انسانی عقل، روحانی تجربے، اخلاقی شعور اور فلسفیانہ استدلال کے باہمی تعلق کو بھی سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ اس کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ اسلام، ہندومت، زرتشت اور یونانی فکر میں خدا یا حقیقتِ مطلقہ کی ماہیت کیا ہے؟ ان روایات میں خدا کی وحدانیت، صفات، کائنات سے تعلق، خیر و شر اور انسانی زندگی کے مقصد کی کیا تشریحات پیش کی گئی ہیں؟ ان تصورات میں کون سے پہلو مشترک ہیں اور کن بنیادی نکات پر اختلاف پایا جاتا ہے؟

## اسلام میں تصورِ خدا

اسلامی عقیدے کی بنیاد توحید پر قائم ہے۔ توحید سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، عبادت اور حاکمیت میں یکتائی کو تسلیم کرنا اور اللہ تعالیٰ کی واحدانیت پر کامل ایمان لانا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ ازلی، ابدی، خالق، مالک، رازق اور کائنات کا مدبر ہے۔ بغیر کسی نمونے یا مثال سے کائنات و مافیہا کو تخلیق کیا ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں اور نہ ہی اس کی ذات میں کسی دوسری ہستی کی شرکت ممکن ہے۔ اسلامی تصورِ خدا میں وحدانیت صرف عددی اعتبار سے ایک ہونے کا نام نہیں بلکہ اس میں خدا کی بے مثالی، مطلق قدرت اور غیر محدود صفات کا تصور بھی شامل ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ الاخلاص میں تصورِ توحید کو نہایت جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔[1]

کہہ دیجیے کہ وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا، اور کوئی اس کے برابر نہیں۔

قرآن مجید میں خدا کی وحدانیت، بے نیازی اور بے مثالی کے بنیادی اصول واضح ہوتے ہیں۔ اسلامی عقیدے کے مطابق خدا کسی مادی جسم، زمان و مکان، حدود و قیود یا محدود انسانی خصوصیت کا پابند نہیں۔ اس کا وجود مخلوقات کے وجود سے مختلف اور اس کی صفات ہر قسم کی مخلوقی محدودیت سے پاک ہیں۔ اسلامی میں توحیدِ ذات اور توحیدِ صفات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ توحیدِ ذات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک، ہمسر یا مماثل نہیں۔ توحیدِ صفات کے مطابق اللہ تعالیٰ علم، قدرت، ارادہ، حیات، سماعت اور بصارت جیسی کامل صفات کا مالک ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

[1] ۔القرآن:112,1-5

لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَيۡءٞۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡبَصِيرُ۔[2]

اس جیسا کوئی نہیں اور وہی سنتا دیکھتا ہے۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کسی مخلوق کے مشابہ نہیں۔ اسلامی متکلمین نے اس مسئلے پر مختلف علمی آرا پیش کیں۔ اشاعرہ، ماتریدیہ اور معتزلہ نے خدا کی صفات اور انسانی عقل کی حدود کے بارے میں تفصیلی مباحث قائم کیے۔ ان مکاتب کا اختلاف بنیادی طور پر صفاتِ الٰہی کی تعبیر، عقل و نقل کے تعلق اور انسانی اختیار کے مسائل سے متعلق تھا۔[3] اسلامی تصورِ خدا میں کائنات کو اللہ تعالیٰ کی تخلیق قرار دیا گیا ہے۔ خدا اور کائنات کا تعلق خالق اور مخلوق کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کائنات کے وجود کے لیے کسی خارجی مادے یا علت کا محتاج نہیں بلکہ تمام موجودات اس کی قدرت اور ارادے سے وجود میں آئی ہیں۔ قرآن مجید میں آسمانوں اور زمین کی تخلیق کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی قرار دیا گیا ہے۔

وَمِنۡ ءَايَٰتِهِۦ خَلۡقُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ وَٱخۡتِلَٰفُ أَلۡسِنَتِكُمۡ وَأَلۡوَٰنِكُمۡۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَأٓيَٰتٖ لِّلۡعَٰلِمِينَ۔[4]

اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف اس کی نشانیوں میں سے ہے، بے شک اس میں علم والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

امام غزالی نے خدا کی ذات، صفات اور کائنات سے تعلق کے مسائل پر تفصیلی بحث کی۔ انہوں نے فلسفیوں کے بعض مابعد الطبیعیاتی نظریات پر تنقید کرتے ہوئے اسلامی عقائد کی وضاحت اور دفاع کیا۔ ان کی کتاب تہافت الفلاسفہ میں عالم کے ازلی ہونے، خدا کے متعلق علم جیسے متعدد اہم مسائل پر بحث کی ہے۔[5]

امام غزالی کے نزدیک خدا کی قدرت اور ارادہ کائنات کے وجود اور اس کے نظام کی بنیادی حقیقت ہیں۔ انہوں نے اس تصور پر زور دیا کہ انسانی عقل اہم علمی ذریعہ ہے تاہم مابعد الطبیعیاتی مسائل میں عقل کو وحی کی رہنمائی سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اس طرح اسلامی فکر میں خدا کی معرفت کے لیے عقل اور وحی کے باہمی تعلق کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

اسلام میں تصورِ تخلیق کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ کائنات بے مقصد اور بے معنی نہیں اس میں حکمت اور مقصدیت موجود ہے۔ انسان کو اس کائنات میں غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے تاکہ وہ مخلوقات کے نظام کے ذریعے اپنے خالق کی معرفت حاصل کر سکے۔ اس طرح اسلام میں کائنات کا مطالعہ مذہبی اور عقلی دونوں اعتبار سے اہمیت رکھتا ہے۔ اسلام میں خدا اور انسان کا تعلق خالق اور مخلوق، رب اور بندے کا تعلق ہے۔ انسان کو عقل، شعور اور ارادہ عطا کیا گیا ہے تاکہ وہ نیکی اور بدی میں امتیاز کر سکے۔ اس تناظر میں خدا کا تصور انسانی زندگی کو اخلاقی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ انسان اپنی زندگی میں خدا کی ہدایات کے مطابق عمل کر کے روحانی اور اخلاقی تکمیل حاصل کر سکتا ہے۔

---

[2]۔ القرآن:42-11

[3] . Frank Griffel, Al-Ghazali's Philosophical Theology (Oxford: Oxford University Press, 2009).

[4] ۔القرآن:30-22

[5] . Al-Ghazali, The Incoherence of the Philosophers, trans. Michael E. Marmura, 2nd ed. (Provo, UT: Brigham Young University Press, 2000).

## ہندومت میں تصورِ خدا

ہندومت دنیا کی قدیم ترین مذہبی روایات میں شمار ہوتا ہے۔ اس کی مذہبی و فلسفیانہ تاریخ میں وید، برہمن، آرانیک، اپنشد، بھگوت گیتا اور مختلف فلسفیانہ مکاتب بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ ہندومت کا تصورِ خدا ایک ہی عقیدے یا نظریے تک محدود نہیں بلکہ اس میں تعددِ الٰہیہ، ایک اعلیٰ خدا، غیر شخصی حقیقتِ مطلقہ اور کائناتی روح جیسے مختلف تصورات پائے جاتے ہیں۔[6] وید کی مذہبی روایت میں اگنی، اندرا، ورونا اور سوریا جیسے دیوتاؤں کو مختلف قدرتی اور کائناتی قوتوں سے وابستہ کیا گیا ہے لیکن رِگ وید میں بعض مقامات پر ایک بنیادی حقیقت کے مختلف ناموں سے ظاہر ہونے کا تصور بھی ملتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندو مذہبی فکر میں کثرت اور وحدت کے تصورات ایک طویل تاریخی عمل کے دوران ساتھ ساتھ موجود رہے ہیں۔[7]

ہندومت کے فلسفے میں برہمن کو حقیقتِ مطلقہ کا نام دیا جاتا ہے۔ بالخصوص اپنشد اور ویدانت کی روایت میں برہمن کو تمام موجودات کی بنیادی حقیقت اور کائنات کی آخری بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ برہمن غیر محدود، ابدی اور حسی ادراک سے ماورا حقیقت ہے۔ اس کا تصور کسی محدود جسمانی وجود یا انسانی شخصیت تک محدود نہیں[8] اپنشداتی فلسفے میں برہمن کے دو اہم پہلوؤں پر گفتگو ملتی ہے۔ ایک طرف اسے ایسی حقیقت قرار دیا گیا ہے جسے انسانی زبان اور تصورات پوری طرح بیان نہیں کر سکتے دوسری طرف اسے کائنات کی تمام موجودات کی بنیاد سمجھا گیا ہے۔ اس اعتبار سے برہمن کا تصور مذہبی عقیدے کے ساتھ ساتھ گہری مابعد الطبیعیاتی اہمیت بھی رکھتا ہے۔ ہندومت کے اپنشداتی فلسفے میں آتما اور برہمن کا تعلق ایک بنیادی کہ برہمن کائنات کی مطلق حقیقت ہے۔ انسان کی روحانی مشکل جب مسئلہ ہے۔ آتما سے مراد انسان کی حقیقی باطنی ذات ہے یہ ہے کہ وہ جہالت کی وجہ سے اپنی حقیقی ذات کو جسم اور ذہن تک محدود سمجھتا ہے۔ معرفت کے حصول سے یہ جہالت دور ہوتی ہے اور انسان اپنی اصل حقیقت کو پہچانتا ہے۔[9] ہندومت میں ایشور کا تصور شخصی خدا کی تعبیر فراہم کرتا ہے۔ اس تصور میں خدا کو کائنات کا خالق، محافظ اور مدبر سمجھا جاتا ہے۔ بھگوت گیتا میں کرشن کی شخصیت کے ذریعے خدا کی الوہی قدرت، کائناتی حاکمیت اور انسان کے ساتھ روحانی تعلق کو واضح کیا گیا ہے۔[10] ہندومت کی بعض مذہبی روایات میں برہما، وشنو اور شیو کو بنیادی الوہی شخصیات کی حیثیت حاصل ہے۔ برہما تخلیق، وشنو کائنات کی حفاظت اور شیو فنا، تبدیلی اور تجدید سے وابستہ ہیں۔ بعض روایات میں ان تینوں کو کائناتی افعال کے مختلف مظاہر کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔[11] لیکن ان کے مقام اور حیثیت کے بارے میں تمام ہندو مکاتب کا نظریہ یکساں نہیں۔ وشنومت میں وشنو کو اعلیٰ ترین خدا سمجھا جاتا ہے، شیومت میں شیو کو بنیادی الوہی حقیقت قرار دیا جاتا ہے جبکہ شکتی کی روایت میں دیوی یا الوہی قوت کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ اس تنوع کو نظر انداز کر کے پورے ہندومت کو ایک ہی نظریے میں وید کے ادب میں پیدائش عالم اور خدا کا تصور موجود ہے۔ ایک خدا جس کو وہ **"اعلیٰ انسان"**[12] محدود کرنا درست نہیں۔

---

[6] . Gavin Flood, An Introduction to Hinduism (Cambridge: Cambridge University Press, 1996).

[7] . Ralph T. H. Griffith, trans., The Rig Veda, 4 vols. (Benares: E. J. Lazarus and Co., 1896–97), 1.164.46.

[8] . Radhakrishnan, The Principal Upanishads (London: George Allen & Unwin, 1953.

[9] . Patrick Olivelle, trans., The Early Upanishads: Annotated Text and Translation (New York: Oxford University Press, 1998), Chandogya Upanishad 6.8.7.

[10] . S. Radhakrishnan, trans., The Bhagavadgita (London: George Allen & Unwin, 1948)

[11] . Klaus K. Klostermaier, A Survey of Hinduism, 3rd ed. (Albany: State University of New York Press, 2007).

[12] . Flood, An Introduction to Hinduism. New York, NY : Cambridge University Press,1996

"کانام دیتے ہیں اور دنیا کی تخلیق کا ذریعہ تسلیم کیا جاتا ہے اس میں جو وحدت الوجود کے نظریے کے مطابق اس کو خالق تصور کرتے ہیں۔[13] میکڈونلڈ کے نظریہ کے مطابق۔ وہ کون سی لکڑی ہے اور وہ کون سا درخت ہوگا جس سے اُنہوں نے زمین اور آسمان بنائے۔ اس کا جواب تیتریا برہمن میں دیا ہے کہ برہمہ لکڑی ہے اور برہمہ ہی درخت ہے جس سے زمین و آسمان بنائے Supreme ہندومت میں ایک خدا کے متعلق نظریہ وحدت الوجود کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ جس کو[14] گئے۔ یا "انسان اعظم" کانام دیا گیا ہے۔ رگ وید میں بیان ہوا ہے۔Man

اعلیٰ انسان کہ جس کا ہم نے ذکر کیا ہے کہ وہ کل کائنات ہے جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا اسی کا ہے، وہ ابدیت کا رب ہے وہ جاندار اور بے جان چیزوں میں موجود ہے، تمام موجودات اسی میں سے نکلی ہیں۔ اس کی نافہ سے ہوا نکلی ہے، اس کے سر سے آسمان نکلا وید کے ادب کے اعلیٰ انسان کے[15] ہے اور اس کے پیروں سے زمین نکلی ہے، اس کے کان سے چاروں سمتیں نکلی ہیں۔ نظریہ کے مطابق ہر شئے کا رب ایک ہی ہے اور اس نے ہی کون و مکان کو پیدا کیا ہے یہاں تک تو بات درست ہے مگر ہوا، زمین و آسمان کی پیدائش کو وہ اعلیٰ انسان کے اعضاء کی طرف نسبت کی ہے جو کہ تخلیق کائنات کے متعلق فلسفہ وحدت الوجود کی نفی ہوتی ہے۔ وید کے ادب میں نمایاں اور اعلیٰ بھجن وہ ہیں جس میں فلسفیانہ تخیل کے اثرات موجود ہیں۔ جہاں عالم کے آغاز کی حیرت خیز رمز کو بیان کیا گیا ہے وہ رگ وید کی دسویں کتاب کا129 واں بھجن ہے۔

1۔ اُس وقت نہ وجود تھا نہ عدم نہ فضا تھی نہ آسمان تھا۔ کون سی چیز سب کو ڈھانکے ہوئے تھی اور کہاں تھی اور رات چیز سے حفاظت کی جاتی تھی۔ کیا بے تھاہ پانیوں کے غار تھے۔[16]، 2۔ اُس وقت نہ موت تھی نہ حیات۔ کس دن کا کوئی امتیاز ابھی تک نہیں ہوا تھا۔ اکیلا خود ہی خاموشی سے سانس لیتا اور اُس کے سوا نہ کوئی دوسرا تھا اور نہ کوئی چیز جو کہ خلا تھا اور خلا خود پوشیدہ تھا۔ اس کے پاس تھی۔ 3۔ تاریکی پہلے اندھیرے میں پوشیدہ تھی۔ تمام جہاں پانی سے پُر تھا۔ صرف خلا نے قوت محبت سے نشو و نما پایا۔[17]، 4۔ تب پہلی بار خواہش پیدا ہوئی جس کے اندر نفس کا اولین آغاز تھا۔ رشیوں نے اپنے قلوب کو ڈھونڈا لیکن پتا نہ چلا کہ ذات کسی رشتے سے مربوط ہے۔ 5۔ پھر کون ہے جو اس سے واقف ہے۔ وہ کون ہیں یہاں جو ہمیں یقین سے بتا سکتے ہیں کہ کس چیز سے کیوں کر یہ عالم پیدا ہوا۔ اور کیا اس کے بعد ہی دیوتا وجود میں نہیں آئے ہیں؟ پھر کون بتا سکتا ہے کہ وہ کس چیز سے نکلا ہے۔[18]، 6۔ وہ ماخذ جس سے عالم نکلا ہے آیا یہ بنایا گیا ہے یا تخلیق کے بغیر جانتا ہے۔ اُس کی سب سے ہے۔ وہی قادر مطلق جانتا ہے جو فلک الافلاک پر بیٹھا ہوا حکومت کرتا ہے۔ یا وہ بھی نہیں قدیم شرح شت پتھ براہمن میں ایک ایسی عبارت میں ہوئی ہے جس میں ذکر ہے کہ ابتدا میں اس عالم کا نہ وجود

---

[13] .Sanford, Whitney. "Hinduism and development." Handbook of research on development and religion (2013): 79-96.

[14] .Arthur a macdonalls,vedic mythology, Strassburg verlag von karl j. tribune University of Toronto , 1897, p:11

[15]. Surendranath das Gupta. A history of Indian philosophy, Cambridge university press,1922 vol,1.p:23

[16] .Balasubramanian, r. "the origin of the world, the concept of god, and the image of the human person in hinduism." in the concept of god, the origin of the world, and the image of the human in the world religions, pp. 11-42. Dordrecht: springer netherlands, 2001.

[17].Lipner, j. J. "the world as god's 'body': in pursuit of dialogue with rāmānuja." in philosophy of religion, pp. 59-75. Routledge, 2013.

[18] .Nggori, thomas reximus, marcelins akoli, and john bhae. "the use of apposition in daily lio prayers found at the book of ala da, geta surga (a syntactic analysis)." english language teaching and education journal 1, no. 01 (2025): 100-107

تھا نہ عدم ابتداء میں یہ عالم ایسا ہی تھا جیسا کہ موجود ہے لیکن عدم میں ہوا اُس وقت صرف وہ نفس تھا۔[19] اُس وقت جب نفس تھا نہ وجود تھا نہ عدم اس نفس نے جو پیدا کیا گیا۔

ہندومت کے فلسفیانہ مکتبِ فکر میں خدا، روح اور کائنات کے تعلق کے بارے میں مختلف نظریات پائے جاتے ہیں۔ ہندومت میں تصورِ خدا ایک متنوع فلسفیانہ روایت ہے جس میں وحدت، کثرت، شخصی خدا اور غیر شخصی حقیقت کی مختلف تشریحات دیکھنے کو ملتی ہیں۔ ہندومت کے تصورِ خدا کی بنیادی خصوصیت اس کا فکری اور مذہبی تنوع ہے۔ اس میں برہمن کو حقیقتِ مطلقہ، ایشور کو شخصی خدا اور مختلف دیوتاؤں کو الوہی صفات یا کائناتی قوتوں کے مظاہر کے طور پر سمجھا گیا ہے۔ اس تقابل میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اسلامی توحید میں خالق اور مخلوق کے درمیان امتیاز برقرار رہتا ہے۔

## زرتشتیت میں تصورِ خدا

زرتشتیت قدیم ایرانی مذہبی روایت ہے جس کا تعلق پیغمبر زرتشت سے ہے۔ اس مذہب کے بنیادی مصادر میں اوستا اور بالخصوص گاتھائیں شامل ہیں۔ گاتھاؤں میں زرتشت کی تعلیمات، اَہورا مزدا کی معرفت، صداقت، اخلاقی ذمہ داری اور خیر و شر کے مسائل کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔[20] زرتشتیت کے مطالعے میں تاریخی تناظر کی اہمیت اس لیے بھی زیادہ ہے کہ اس مذہب کی ابتدائی تعلیمات اور بعد کے مذہبی ادب میں بعض تصورات کی تعبیر مختلف انداز میں سامنے آتی ہے۔ اس لیے گاتھاؤں کو زرتشتیت کے ابتدائی عقائد کی تفہیم کے لیے بنیادی اہمیت حاصل ہے۔[21] ساتویں صدی ق م کے وسط میں زرتشت[22] نامی ایک شخص آذربائیجان کے علاقے سے اٹھا اور ایک نیا مذہب پیش کیا جس کا اہم عقیدہ دو خداوں سے ایک خالق خیر ہے اور دوسرا خالق شر ہے نیکی اور بدی کی جنگ روز ازل سے منسوب تھا۔ اس کے مطابق خالق دو ہیں جاری ہے اس لیے ان کے خالق بھی جدا جدا ہیں۔ زرتشت آریائی مذاہب میں سے ایک ہے زرتشت کے متعلق کہا جاتا

---

[19]. Dandekar, ramchandra narayan. "god in hindu thought." annals of the bhandarkar oriental research institute 48 (1968): 433-465.

[20] . Mary Boyce, Zoroastrians: Their Religious Beliefs and Practices (London: Routledge and Kegan Paul, 1979).

[21] . Mary Boyce, A History of Zoroastrianism, vol. 1 (Leiden: Brill, 1975).

[22]۔ زرتشت (Zarathustra)، جسے یونانی زبان میں زوروآسٹر (Zoroaster) کہا جاتا ہے، قدیم ایران کی مذہبی تاریخ کی ایک اہم شخصیت اور زرتشتی مذہب کا بانی یا اس مذہبی تحریک کا مرکزی مصلح سمجھا جاتا ہے۔ زرتشت نے قدیم ایرانی مذہبی روایات میں اصلاح کرتے ہوئے اہورا مزدا (Ahura Mazda) کو اعلیٰ ترین الوہی ہستی کے طور پر پیش کیا اور اپنی تعلیمات میں سچائی، نیکی، عدل، اخلاقی ذمہ داری اور خیر و شر کے درمیان کشمکش کو بنیادی اہمیت دی۔ اس کی تعلیمات کا قدیم ترین ماخذ اوستا (Avesta) کا حصہ گاتھائیں (Gāthās) ہیں، جنہیں عموماً زرتشت سے منسوب کیا جاتا ہے۔ زرتشت کے زمانۂ حیات کے بارے میں محققین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض محققین اسے تقریباً 1000 قبل مسیح کے آس پاس قرار دیتے ہیں، جبکہ دوسرے محققین نے اس سے پہلے یا بعد کے ادوار کی تاریخیں بھی تجویز کی ہیں۔ اس اختلاف کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اوستا میں ایسے واضح تاریخی واقعات موجود نہیں جن کی مدد سے زرتشت کے زمانے کا تعین قطعی طور پر کیا جا سکے۔ لہٰذا زرتشت کی تاریخِ پیدائش یا وفات کو یقینی طور پر بیان کرنا درست نہیں۔

William W. Malandra, "Zoroaster ii. General Survey," Encyclopaedia Iranica, July 20, 2009, last updated July 20, 2015, https://www.iranicaonline.org/articles/zoroaster-ii-general-survey/

ہے کہ وہ شروع میں بہت خلوت پسند تھا اور سوچ بچار کا عادی تھا جوانی میں وہ کئی کئی دن محویت کے عالم میں رہتا تھا جیسا کہ وہ خود کہتا ہے۔

> ایک دن اس کے پاس فرشتہ بہمن[23] آیا اور اسے بہشت دکھایا۔ وہاں کئی اور فرشتے اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ پھر اسے اہورامزدا کے پاس لایا گیا یہاں اسے نئے مذہب کے احکام ملے۔ واپسی ہوئی تو مختلف مقامات پر اسے فرشتے ملتے رہے۔ بہمن نے اسے یہ تلقین کی کہ بوڑھوں کو ایذا نہ پہنچائے اور ان سے شفقت سے پیش آئے۔ اردی بہشت کے پاس آیا اور کہا آگ میں اہورامزدا کی صفات جمع ہیں اس لحاظ سے وہ اہورامزدا کی ہے اور ہر قسم کی آلائشوں کو پاک وصاف کرنے والی اس کی پرستش کرو۔ کسی پودے کو بلاضرورت تباہ نہ کرو اور حیوانات کی پرورش کرو"۔[24]

زرتشت مذہب میں اگر دیکھا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ ان کے ایک خدا نہیں بلکہ ثنویت کا عقیدہ رکھتے تھے اور ان کی کی عبادت کا مرکز و محور سورج، تارے اور مجسمہ کی پرستش وغیرہ تھا ان کے اندر کوئی ایسی عبادت وریاضت نہیں ملتی جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ وہ ایک خدا کے متلاشی ہوں بلکہ توہم پرستی، وحدت کی بجائے کثرت پرستی پر زور دیتے تھے دیوتاوں کی پوجا پاٹ کرتے تھے۔

زردشت اہورامزدا کے حضور میں ہمیشہ نور مسلسل کے اکتساب کے لیے کوشاں رہا اس نے خدا سے کلام کیا اور کہا تیرا سر، ہاتھ، پیر، چہرہ اور زبان میری نظر میں ایسے ہی ہیں جیسے خود میرے اعضا ہیں اور تجھ میں بشر کے آثار ہیں۔ مجھے اپنا ہاتھ دے تاکہ میں تیرا ہاتھ پکڑ سکوں اور اہورامزدا نے جواب دیا میں ایک روح ہوں، میرا ہاتھ پکڑنا ممکن نہیں۔[25]

اہورامزدا اپنے بیس نام بتاتا ہے یہ تمام اسماء اہورامزدا کے اسے صفات ہیں اسم ذات تو ایک ہی ہے جسے ابورا کہا ہے اور اس کے ورد و وظیفہ سے گیاز دشت نے شاید اسی قسم کا اسم معلوم کرنا چاہا تھا جسے صوفیوں نے اسم اعظم بتایا مختلف آلام اور مصائب دور کرنے کا جو رواج صوفیوں کے اوراد و وظائف میں ملتا ہے۔ اس کی وضاحت میں[26] Miles Menander Dawson لکھتے ہیں۔

"If thou desirest, oh Zoroaster, to destroy the malice of Daëvas and men, of the Yatus and Païrikas, of the oppressors, of the blind and of the deaf, of the two- legged ruffians, of the two-legged

---

[23]۔ بہمن، اردی بہشت، شہریور وغیرہ زردشت مذہب میں فرشتوں کے نام ہیں ان ہی فرشتوں کے نام پر مہینوں کے نام منسوب ہیں۔

[24]۔ شوشتری، محمد علی، ایران نامہ، ایران، 1925ء، ص:60

25۔Miles Menander Dawson, The ethical religion of zoroaster,The macmillan Company,new York,1931.Page:21

[26]۔Miles Menander Dawson(1863-1942ء) ایک امریکی مصنف تھا جس نے شاعری، فلسفہ اور اخلاقیات، زرتشت، سقراط کنفیوشس کی تعلیمات پر کتابیں لکھیں۔ وہ چین کی کنفیوشس سوسائٹی کے رکن بھی رہے۔ https://oll.libertyfund.org/people/miles menander-dawson The Ethics of Confucius. University Press of the Pacific. 2002. ISBN 1-4102-0356-5

Ashemaöghas, of the four-legged wolves, and of the hordes with the wide front, with the many spears, with the straight spears, with the spears uplifted, bearing the spear of havoc, then recite thou these, my names, every day and every night" .[27]

اے زردشت! اگر تو چاہتا ہے کہ دیووں اور انسانوں، پاتوؤں اور پائیر کون، ظالموں، اندھوں اور بہروں، دو پیر والے خبیثوں دو پیر )، چار ٹانگوں والے بھیڑیوں، ان فوجوں سے جو بہت سے بھالوں سے مسلح ہو کر آتی ہیں، سیدھے بھالے اور Ashemaöghas والے اشیغون( اٹھے ہوئے بھالے، تباہی لانے والے بھالے اگر تو ان سب شرارتوں اور ایذاؤں کو فنا کرنا چاہتا ہے تو میرے ان ناموں کا ورد کیا کر، ہر روز اور ہر شب۔

زرتشتی مذہب میں اَہورا مزدا کو اعلیٰ ترین خدا اور حکمت و صداقت کا سرچشمہ سمجھا جاتا ہے۔ اَہورا مزدا کا مفہوم عموماً دانا، رب یا حکمت مند خدا بیان کیا جاتا ہے۔ گاتھاؤں میں اسے ایسی اعلیٰ حقیقت کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو خیر، حکمت، صداقت اور کائناتی نظم سے وابستہ ہے۔[28]

زرتشت کی تعلیمات میں خدا کی معرفت صرف عقیدے کا مسئلہ نہیں بلکہ انسانی کردار اور اخلاقی انتخاب سے بھی تعلق رکھتی ہے۔ انسان کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ سچائی، نیکی اور عدل کے راستے کو اختیار کرے۔ اس طرح اَہورا مزدا کا تصور مذہبی اور اخلاقی دونوں پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ تاہم ابتدائی گاتھائی تعلیمات اور بعد کے زرتشتی لٹریچر میں ان دونوں تصورات کی حیثیت کے بارے میں فرق موجود ہے۔ ابتدائی متن میں ان کا تعلق روحانی اور اخلاقی انتخاب سے ہے جب کہ بعد کی روایت میں اَہورا مزدا اور اَہریمن کی مخالفت زیادہ منظم کائناتی صورت اختیار کرتی ہے۔ اس لیے زرتشتیت کو غیر محتاط انداز میں زرتشتی روایت میں اَہورا Amesha Spenta مکمل ثنویت کا مذہب قرار دینا علمی اعتبار سے درست نہیں۔ امیشا سپنتا[29] مزدا سے وابستہ مقدس ہستیوں اور الوہی صفات کے مظاہر ہیں۔ ان کے ذریعے خدا کی حکمت، صداقت، قوت، عقیدت اور لافانیت جیسے تصورات کو واضح کیا جاتا ہے یہ ہستیاں زرتشتی کائناتی اور اخلاقی نظام میں اہم مقام رکھتی ہیں۔[30]

زرتشتیت میں اَہورا مزدا کا تصور حکمت، خیر اور صداقت کی اعلیٰ حقیقت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس مذہب کی نمایاں خصوصیت اخلاقی دوئی، انسانی اختیار اور خیر و شر کی کشمکش ہے۔ اسلام کے ساتھ اس میں اعلیٰ ترین خدا، اخلاقی جواب دہی اور نیکی کی اہمیت کے حوالے سے بعض مماثلتیں پائی جاتی ہیں، تاہم شر کی ماہیت اور اس کی کائناتی حیثیت کے بارے میں دونوں روایات میں مختلف نظریات پائے جاتے ہیں۔

---

[27].Miles Menander Dawson, The ethical religion of zoroaster,The macmillan Company,new York,1931.Page:82

[28] Stanley Insler, The Gāthās of Zarathustra (Tehran and Liège: Bibliothèque Pahlavi, 1975), Yasna 28–34.

[29]۔ اوستا زبان کے اس لفظ کا مطلب "مقدس لافانی "یا "نیک لافانی ہستیاں" ہیں زرتشتی مذہب کی مقدس کتاب 'اوستا' (Avesta) کے مطابق، یہ وہ 6 یا 7 فرشتے/روحانی وجود ہیں جنہیں خدا (اہورا مزدا) نے کائنات کا نظام چلانے اور اچھائی کو فروغ دینے کے لیے اپنی صفات سے پیدا کیا ہے۔

[30] . Boyce, Mary (1983). "Amәša Spənta". Encyclopaedia Iranica. Vol. 1. New York: Routledge & Kegan Paul. pp. 933–936.

## یونانی فکر میں تصورِ خدا

قدیم یونانی تہذیب میں مذہب اور اساطیر کو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ یونانی مذہبی روایت میں متعدد دیوتاؤں کا تصور پایا جاتا تھا جنہیں مختلف قدرتی قوتوں، انسانی جذبات اور کائناتی سرگرمیوں سے وابستہ کیا جاتا تھا۔ زیوس کو دیوتاؤں کا سربراہ، پوسیڈن کو سمندر کا دیوتا اور ایتھینا کو حکمت و جنگ کی دیوی سمجھا جاتا تھا۔ ہومر اور ہیسیوڈ کی تصانیف میں ان دیوتاؤں کے کردار، باہمی تعلقات اور انسانی زندگی پر ان کے اثرات کی تفصیل ملتی ہے۔[31] یونانی اساطیری روایت میں دیوتاؤں کو اکثر انسانی شکل اور صفات میں پیش کیا گیا ہے۔ وہ خوشی، غصے، حسد، محبت اور انتقام جیسے انسانی جذبات رکھتے ہیں۔ اس اعتبار سے ان کا تصورِ الوہیت انسانی معاشرت اور فطری مظاہر کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا تھا۔ تاہم یونانی تہذیب کے فلسفیانہ ارتقا کے ساتھ ان روایتی تصورات پر عقلی تنقید شروع ہوئی اور خدا کی حقیقت کو عقل و استدلال کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کی گئی اور مختلف فلسفیوں کے ہاں مختلف تصورات دیکھنے کو ملتے ہیں جو کہ یونانی تاریخی و ادبی تصانیف میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ یونانی فلسفے کے ابتدائی دور میں تھیلس، اینا کسی مینڈر، اینا کسی مینیز، ہراقلیطس اور زینوفینیز جیسے مفکرین نے کائنات کی بنیادی حقیقت کے بارے میں مختلف یعنی (Apeiron) نظریات پیش کیے۔ تھیلس نے پانی کو کائنات کی بنیادی اصل قرار دیا ہے جب کہ اینا کسی مینڈر نے اپیرون کو کائناتی نظم اور عقل کے بنیادی اصول کے Logos غیر محدود اور غیر متعین حقیقت کا تصور پیش کیا۔ ہراکلیطس نے لوگوس[32] طور پر پیش کیا۔[33] زینوفینیز نے یونانی اساطیری روایت میں انسانی شکل کے دیوتاؤں پر تنقید کی۔ اس کے مطابق انسان اپنے دیوتاؤں کو اپنی جسمانی صورت اور صفات کے مطابق تصور کرتے ہیں۔ اس نے ایک ایسی اعلیٰ الوہی حقیقت کا تصور پیش کیا جو انسانی وجود اور محدودیت سے مختلف ہے۔ اس فکر نے یونانی مذہبی شعور کو فلسفیانہ وحدت اور مجرد الوہیت کی طرف منتقل کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

---

[31] . Hesiod, Theogony, trans. M. L. West (Oxford: Oxford University Press, 1966); Homer, The Iliad, trans. Richmond Lattimore (Chicago: University of Chicago Press, 1951).

[32]۔ لوگوس کے نظریے کی ابتدائی فلسفیانہ تشکیل قدیم یونانی مفکر ہراکلیطس (Heraclitus) سے منسوب ہے، جو چھٹی اور پانچویں صدی قبل مسیح کے سنگم پر گزرا۔ ہراکلیطس کے نزدیک کائنات مسلسل تغیر اور تبدیلی کا شکار ہے، لیکن یہ تبدیلی بے مقصد یا بے قاعدہ نہیں بلکہ ایک عالمگیر اصول کے تحت وقوع پذیر ہوتی ہے، جسے وہ لوگوس کا نام دیتا ہے۔ اس کے نزدیک لوگوس ایک مشترکہ اور آفاقی حقیقت ہے جو کائنات کے تمام مظاہر میں کارفرما ہے۔ انسان اگرچہ اپنی انفرادی خواہشات اور محدود فہم کی وجہ سے اس حقیقت کو پوری طرح نہیں سمجھ پاتا، تاہم عقل و شعور کے ذریعے اس آفاقی نظم کا ادراک حاصل کر سکتا ہے۔[2] ہراکلیطس کے فلسفے میں لوگوس کو محض انسانی زبان یا لفظ کے معنی میں نہیں لیا جاتا بلکہ یہ کائنات کے باطنی نظم، قانون اور عقلی وحدت کی علامت ہے۔ اس کے نزدیک متضاد قوتیں مثلاً دن اور رات، زندگی اور موت، سردی اور گرمی ایک دوسرے کی ضد ہونے کے باوجود کائناتی توازن کے قیام میں اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔ اس طرح لوگوس کائنات میں موجود تضادات کے درمیان وحدت اور ہم آہنگی پیدا کرنے والا اصول ہے۔

G. S. Kirk, J. E. Raven and M. Schofield, The Presocratic Philosophers, 2nd ed. (Cambridge: Cambridge University Press, 1983)؛: Daniel W. Graham, "Heraclitus," The Stanford Encyclopedia of Philosophy. Heraclitus – Stanford Encyclopedia of Philosophy-

Heraclitus, Fragment B50, in Hermann Diels and Walther Kranz, Die Fragmente der Vorsokratiker, 6th ed. (Berlin: Weidmann, 1951–1952)

[33] . G. S. Kirk, J. E. Raven, and M. Schofield, The Presocratic Philosophers, 2nd ed. (Cambridge: Cambridge University Press, 1983).

سقراط (469 تا 399 ق م) میں یونان کے شہر ایتھنز میں پیدا ہوا اس کی اخلاقی تعلیم میں یوگیوں کی طرح زہد و عبادت، مراقبہ و یکسوئی اور تجرد انہ تھی۔ سقراط نے یونانی فلسفے میں اخلاقی سوالات اور انسانی کردار کو بنیادی اہمیت دی۔ اس کی فکر میں نیکی، انصاف، علم اور انسانی زندگی کے مقصد پر خصوصی توجہ ملتی ہے۔ سقراط کے مطابق حقیقی دانش انسان کو اخلاقی فضیلت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اس کی تعلیمات میں الٰہی رہنمائی اور اخلاقی شعور کے تصورات بھی موجود ہیں۔[34]

سقراط نے مذہبی عقائد کو محض روایتی قبولیت کی بنیاد پر تسلیم کرنے کے بجائے عقل اور اخلاقی استدلال کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کی۔ اس کا فلسفہ اس اعتبار سے اہم ہے کہ اس نے مذہب اور اخلاقیات کے تعلق کو انسانی شعور اور عقل کے ساتھ مربوط کیا۔

افلاطون یونانی فلسفے کا ایک اہم مفکر ہے جس نے حقیقت، علم اور الوہیت کے مسائل پر گہری بحث کی۔ افلاطون کے مطابق حسی کو تمام (Form of the Good) میں خیرِ اعلیٰ Republic۔ افلاطون کی کتاب دنیا میں موجود اشیا تغیر پذیر اور ناقص ہیں معرفت اور حقیقت کی بنیادی توضیح کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ خیرِ اعلیٰ کو ایسی بنیادی حقیقت سمجھا جاتا ہے جس کی بدولت دیگر اشیا قابلِ معرفت اور قابلِ فہم ہوتی ہیں۔ اس کی اہمیت سورج کی مثال سے واضح کی گئی ہے جس طرح سورج حسی دنیا میں اشیا کو دیکھنے کے قابل بناتا ہے، اسی طرح خیرِ اعلیٰ عقل کے لیے حقیقت اور معرفت کا سرچشمہ ہے۔[35] افلاطون کے نظریے میں کائنات کو محض بے ترتیب مادے کا مجموعہ نہیں سمجھا گیا بلکہ اسے ایک عقلی نظم کے تحت مرتب شدہ حقیقت قرار دیا گیا ہے افلاطون کے مکالمے میں اس کا کردار کائنات کو مرتب کرنے والے معمار کا ہے نہ کہ لازماً عدم سے تخلیق کرنے والے خالق کا۔ یہاں ایک علمی وضاحت ضروری ہے کہ افلاطون کا خیرِ اعلیٰ کا تصور براہِ راست اسلامی تصورِ خدا کے مساوی نہیں۔ یہ اس کے نظریۂ علم و وجود کے فلسفے کا بنیادی اصول ہے جسے بعض فلسفیانہ تعبیرات میں الوہی حقیقت سے قریب سمجھا گیا ہے۔

ارسطو نے خدا کے تصور کو حرکت، علت اور فعلیت کے فلسفیانہ اصولوں کے ذریعے واضح کیا۔ اس کے مطابق کائنات میں مسلسل حرکت اور تبدیلی موجود ہے۔ ہر متحرک چیز کی حرکت کی کوئی نہ کوئی علت ہوتی ہے، لیکن اگر ہر علت کے پیچھے ایک دوسری علت فرض کی جائے تو وضاحت کا سلسلہ غیر معین طور پر آگے بڑھتا ہے۔ اس مسئلے کی توضیح کے لیے ارسطو نے ایک ایسے اصول کا تصور پیش کیا جو خود غیر متحرک ہو مگر دوسری چیزوں کی حرکت کی آخری علت بنے۔ اسے کہا جاتا ہے[36] ارسطو کے مطابق محرکِ اول ازلی، غیر مادی، کامل اور خالص فعلیت کا (Unmoved Mover) محرکِ اول حامل ہے۔ اس میں مادے سے وابستہ امکان یا نقص موجود نہیں۔ اس کی اعلیٰ ترین سرگرمی عقل اور خود اپنے آپ پر غور و فکر ہے۔ اس اعتبار سے ارسطو کا خدا ایک کامل عقلی حقیقت ہے۔[37]

[34] . Plato, Euthyphro, Apology, Crito, trans. G. M. A. Grube, rev. John M. Cooper (Indianapolis: Hackett Publishing, 2002.

[35] . Plato, Republic, trans. G. M. A. Grube, rev. C. D. C. Reeve(Indianapolis: Hackett Publishing, 1992), bk. 6.

[36] . Aristotle, Metaphysics, trans. C. D. C. Reeve (Indianapolis: Hackett Publishing, 2016), bk. 12, chap. 7

[37].I bid

یونانی فلسفے میں تصورِ خدا کا ارتقا اساطیری عقائد سے عقلی اور مابعد الطبیعیاتی تصورات کی طرف ایک اہم فکری سفر کی نمائندگی کرتا ہے۔ ابتدائی مذہبی روایت میں متعدد دیوتاؤں کا تصور غالب تھا جبکہ بعد کے فلسفیوں نے کائنات کی بنیادی حقیقت کو عقل، وجود، حرکت اور خیر کے اصولوں کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کی۔ افلاطون کا خیرِ اعلیٰ اور ارسطو کا محرکِ اول یونانی فلسفے میں اعلیٰ حقیقت کے دو اہم تصورات ہیں۔ ان نظریات نے بعد کے فلسفیانہ مباحث اور اسلامی فلسفے پر بھی اثرات مرتب کیے لیکن ان تصورات کو اسلامی تصورِ خدا کے عین مساوی قرار دینے کے بجائے ان کے مخصوص فلسفیانہ پس منظر میں سمجھنا زیادہ درست ہے۔

اسلام، ہندومت، زرتشت اور یونانی فکر میں الوہیت کے تصور کا بنیادی اختلاف وحدانیت اور کثرت کے مسئلے سے متعلق ہے۔ اسلام میں توحید ایک قطعی عقیدہ ہے جس کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کے برعکس ہندومت میں وحدت اور کثرت کی متعدد تعبیرات پائی جاتی ہیں۔ ویدانت برہمن کو واحد حقیقت قرار دیتا ہے جب کہ دیگر مذہبی مکاتب میں ایشور اور مختلف دیوتاؤں کی اہمیت تسلیم کی جاتی ہے[38] زرتشتیت میں اَہورامزدا کو اعلیٰ ترین خدا سمجھا جاتا ہے، تاہم خیر و شر کی کشمکش اس کی مذہبی فکر کا اہم موضوع ہے۔ یونانی فکر میں ابتدائی اساطیری روایت تعددِ الٰہیہ پر قائم تھی لیکن زینوفینیز، افلاطون اور ارسطو کے فلسفے میں اعلیٰ اور مجرد حقیقت کے تصورات سامنے آئے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ وحدانیت کا تصور مختلف روایات میں موجود ہونے کے باوجود اس کی فلسفیانہ اور مذہبی تعبیر یکساں نہیں۔ معرفتِ خدا کے لئے اسلام میں وحی الٰہی بنیادی ذریعہ ہے جب کہ عقل اور غور و فکر کو بھی اہمیت حاصل ہے۔ ہندومت میں وید، اپنشد، روحانی تجربہ، مراقبہ اور بھکتی کے ذریعے اعلیٰ حقیقت کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ زرتشتیت میں گاتھاؤں کی تعلیمات اور اخلاقی شعور کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ یونانی فلسفے میں عقل، منطق اور مابعد الطبیعیاتی استدلال کے ذریعے خدا یا اعلیٰ حقیقت کی وضاحت کی جاتی ہے۔

اسلام اور غیر سامی ادیان کا مطالعہ اس لیے اہم ہے کہ اس کے ذریعے مذہبی عقائد کی انفرادی خصوصیات کے ساتھ ان کے فکری، اخلاقی اور تہذیبی پہلوؤں کو بھی سمجھا جا سکتا ہے اور غیر سامی ادیان کو ایک ہی عقیدے یا نظریے کے تحت سمجھنا علمی طور پر درست نہیں کیونکہ ان کے تصوراتِ الوہیت میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔ اسلام، ہندومت، زرتشت اور یونانی فکر میں تصورِ خدا کے تاریخی، مذہبی اور فلسفیانہ مطالعے سے درج ذیل نتائج سامنے آئے ہیں۔

1۔ تصورِ خدا انسانی مذہبی اور فلسفیانہ تاریخ کا بنیادی موضوع ہے جس نے مختلف تہذیبوں کے فکری اور اخلاقی نظام کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

2۔ اسلام میں توحید کا تصور خدا کی وحدانیت، قدرت اور مطلق حاکمیت پر قائم ہے اس میں خالق و مخلوق کے درمیان واضح امتیاز موجود ہے۔

3۔ ہندومت میں برہمن، آتما اور ایشور کے تصورات الوہیت کی مختلف تشریحات پیش کرتے ہیں۔ اس مذہب میں وحدت، کثرت اور شخصی و غیر شخصی خدا کے نظریات مختلف مکاتب میں پائے جاتے ہیں۔

[38] . Smart, The World's Religions; Boyce, Zoroastrians; Flood, An Introduction to Hinduism.

زرتشتیت میں اَہورامزدا کو حکمت، خیر اور صداقت کا اعلیٰ سرچشمہ قرار دیا گیا ہے۔ اَشا اور دُروج کے تصورات 4۔ اس مذہب کے اخلاقی اور کائناتی نظام کی وضاحت کرتے ہیں۔

5۔ یونانی فلسفے نے اساطیری تصورِ خدا سے آگے بڑھ کر الوہیت کے عقلی اور مابعد الطبیعیاتی تصورات پیش کیے۔ افلاطون کا خیرِ اعلیٰ اور ارسطو کا محرکِ اول اس ارتقا کی اہم مثالیں ہیں۔

6۔ وحی، عقل، مذہبی متون اور روحانی تجربہ خدا کی معرفت کے اہم ذرائع ہیں، تاہم ان کی حیثیت اور ترجیح ہر روایت میں یکساں نہیں۔

7۔ چاروں روایات کا تقابلی مطالعہ فلسفۂ مذہب اور تقابلی الٰہیات کے علمی مباحث کو سمجھنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔

اسلام، ہندومت، زرتشت اور یونانی فکر میں تصورِ خدا کا تجزیاتی مطالعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ انسان نے مختلف تاریخی اور تہذیبی ادوار میں کائنات کی حقیقت، اس کے نظام اور اپنے وجود کے مقصد کو سمجھنے کے لیے مسلسل فکری جدوجہد کی ہے۔ اس جدوجہد کے نتیجے میں مختلف مذاہب اور فلسفیانہ مکاتب نے الوہیت کی متنوع تشریحات پیش کیں۔

اسلامی تصورِ خدا توحید، قدرت، مطلق حاکمیت پر قائم ہے۔ ہندومت میں برہمن اور ایشور کے ذریعے الوہیت کی وحدت اور کثرت کی مختلف تعبیرات سامنے آتی ہیں۔ زرتشتیت میں اَہورامزدا کو خیر، حکمت اور صداقت کا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے، جبکہ یونانی فلسفے میں افلاطون اور ارسطو نے خیرِ اعلیٰ اور محرکِ اول کے ذریعے اعلیٰ حقیقت کی عقلی تشریح پیش کی ہے۔

اس تحقیق سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ چاروں روایات میں اعلیٰ حقیقت کی تلاش ایک مشترکہ فکری موضوع ہے، لیکن خدا کی ماہیت، کائنات سے اس کے تعلق، انسانی زندگی میں اس کے کردار کے نظریات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ان اختلافات کے باوجود چاروں روایات انسانی فکر، اخلاقی شعور اور مذہبی تجربے کے مطالعے کے لیے اہم علمی سرمایہ فراہم کرتی ہیں۔

لہٰذا تصورِ خدا کا تقابلی مطالعہ نہ صرف مذاہب کے باہمی فکری اختلافات کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے بلکہ مذہب، فلسفہ اور انسانی تہذیب کے ارتقاء کی تفہیم اور مذہبی ہم آہنگی کے لیے بھی ایک اہم علمی بنیاد فراہم کرتا ہے۔